مقدمہ

ازمولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ (۱) (۱۸۹۲=۱۹۵۶) نے ’’تدوین قرآن‘‘ کے موضوع کے روایتی ذخیرے پر جو شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں ان کو دور کرنے کے لئے اردو زبان میں ایک مبسوط وضخیم کتاب لکھی تھی جو ان کے کم وبیش تیس چالیس برس کے مطالعہ وغور وفکر کا حاصل تھا، چنانچہ موصوف کا بیان ہے:

> ’’تقریباً تیس چالیس سال کے مسلسل فکر وتأمل، تلاش وجستجو کے آخری تحقیقی نتائج اس کتاب میں درج ہیں۔ جن لوگوں نے قرآن کے جمع وترتیب کی متعلقہ روایتوں کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنے فاحش اغلاط اور پیچ در پیچ ہمالیائی مغالطوں کے پہاڑوں کو کتنی آسانی کے ساتھ اُڑا دیا گیا ہے۔ شکوک وشبہات کے سارے بادل پھاڑ دیئے گئے ہیں اور ناجائز نفع اٹھانے والوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی گئی ہے۔‘‘ (۲)

---

* استاذ مشرف قسم التخصص فی علوم الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

(۱) مولانا کے حالات اور ان کے کمالات اور تالیفات کے متعلق ’’ہزار سال پہلے‘‘ کے مقدمے میں ہم لکھ چکے ہیں۔

(۲) تدوین قرآن، ص:۳۴

کتاب چونکہ مبسوط وضخیم تھی ان کے شاگردِ رشید ورفیق مولوی غلام ربانی (ایم۔اے عثمانیہ) نے اسے پڑھا اور اس کا خلاصہ تیار کیا مولانا کو دکھایا، انہیں پسند آیا، چنانچہ مولانا گیلانیؒ نے جو اس پر پیش لفظ لکھا ہے اسمیں موصوف کی اس کامیاب کوشش کو سراہا ہے، اور ان کے استنباطِ نتائج، اسلوبِ اداء اور دل نشین تعبیر کی تعریف کی ہے اور اپنی ضخیم تالیف کا اسے ’’جوھری خلاصہ‘‘ قرار دیا اور پھر اپنی اصل تالیف کی اشاعت سے ہاتھ اٹھالیا، چنانچہ خود فرماتے ہیں:

> ’’حق تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خاکسار کے رفیق محترم مولوی غلام ربانی ایم اے (عثمانیہ) نے اس فقیر سراپا تقصیر کی جگر کاویوں اور دماغ سوزیوں کے ان نتائج کو بڑے پاکیزہ اسلوب اور دل نشین تعبیر میں اس کتاب کے اندر جمع کر دیا ہے۔ اگرچہ فقیر نے خود بھی اس عنوان پر مستقل کتاب لکھی ہے، لیکن جہاں تک میرا خیال ہے میری کتاب کے اس ’’جوہری خلاصہ‘‘ کے شائع ہو جانے کے بعد اب اصل کتاب کی اشاعت کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی ہے، کیونکہ اس ضخیم ومبسوط کتاب کے اکثر جوہری حقائق، اصولی مشتملات اس مختصر کتاب میں محفوظ ہو گئے ہیں، حق تعالی مولوی غلام ربانی کی اس محنت کا صلہ دین اور دنیا میں عطا کرے۔‘‘(۱)

موصوف کے مذکورہ بیان سے ہمارے اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اپنی تصانیف میں اِدھر سے اُدھر نکل جاتے ہیں اور عنوان وموضوع کے پابند نہیں رہتے ہیں، ان کے علم کی وسعت وپہنائی اور قلم کی جولانی موضوع وعنوان کی پابندی کو گوارا نہیں کرتی۔

---

(۱) تدوین قرآن، ص:۳۴

مولانا مناظر اَحسن گیلانیؒ نے ’’تدوین قرآن، ص:۳۹‘‘ پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (المتوفی ۴۳ھ) کے متعلق حاشیہ میں مؤرّخ اسلام علاّمہ شمس الدین ذھبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) کی کتاب ’’تذکرۃ الحفاظ‘‘ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے:

’’اسی سے اندازہ کیجئے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، جو علماء بنی اسرائیل میں سے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت ان کو حاصل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ ’’قرآن‘‘ کے ساتھ ’’تورات‘‘ کی تلاوت بھی جاری رکھوں! آپ نے فرمایا ’’اقرأ ہذا لیلۃ وہذا لیلۃ‘‘ (یعنی ایک رات قرآن پڑھا کرو اور ایک رات تورات۔) (تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص:۲۶)

طبقات ابن سعد میں بھی ابوالجلد الجونی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ سات دن میں قرآن اور چھ دن میں تورات ختم کرنے کا عام دستور اپنے لئے انہوں نے مقرر کیا تھا اور ختم کے دن لوگوں کو جمع کرتے تھے کہ اس دن رحمت نازل ہوتی ہے۔

(ابن سعد، ج:۱/۷، ص:۱۶۱)

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ قرآن کی صحیح راہ نمائی میں اس قسم کی کتابوں کے پڑھنے سے جہاں تک میرا ذاتی تجربہ ہے خود قرآن کے سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔(۱)

تدوین حدیث میں بھی مولانا گیلانیؒ نے ان دو واقعات کو نقل کر کے اس خیال کا اظہار فرمایا ہے اور اپنی اس تحقیق پر اصرار فرمایا ہے۔(۲)

اور مولانا مناظر اَحسن گیلانیؒ کے شاگرد غلام ربانی نے ذیلی سرخی ’’قرآن گزشتہ آسمانی کتابوں کا آخری ایڈیشن ہے‘‘ کے تحت جو عبارت لکھی ہے:

---

(۱) تدوین قرآن، ص:۳۹، ۴۰

(۲) ملاحظہ ہو ’’تدوین حدیث‘‘ ص:۲۴۸، ۲۴۹، اردو ایڈیشن، ص:۲۱۱، عربی ایڈیشن

’’بقول حضرت الاستاذ ایک ہی کتاب کو چند آدمی اگر کتب خانہ سے نکالیں تو چند لانے والوں کی وجہ سے کیا وہی ایک کتاب بھی چند ہو جائے گی۔ یقیناً کسی مصنف کی کتاب کے چند ایڈیشن کو دیکھ کر یہ فیصلہ کتنا غلط فیصلہ ہوگا کہ مصنف کی یہ ایک کتاب نہیں بلکہ چند کتابیں بن گئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن تمام آسمانی کتابوں کے ساتھ اپنی اسی نسبت کا مدعی ہے یعنی پچھلی ساری آسمانی کتابوں کا اپنے آپ کو وہ آخری اور مکمل ترین ایڈیشن قرار دیتا ہے اور قوموں کے پاس اس کتاب کے جو پرانے مشتبہ اور مشکوک یا ناقص وغیر مکمل نسخے رہ گئے ہیں ان کے متعلق اس کا صرف یہ مطالبہ ہے کہ اس جدید ترین اور کامل ایڈیشن سے مقابلہ کر کے قومیں اپنی موروثی کتابوں کی تصحیح کر لیں، یہی اور صرف یہی ایک مطالبہ قرآن نے دنیا کی قوموں کے سامنے پیش کیا ہے، ظاہر ہے اس مطالبہ کا مطلب کسی حیثیت اور کسی لحاظ سے بھی یہ نہیں ہے کہ دنیا کی قوموں کے پاس آسمانی دین اور مذہب اپنے آبا وَ اجداد سے جو پہنچا ہے اس دین سے اور اس دین کا انتساب جن بزرگوں کی طرف ہے ان بزرگوں سے بے تعلق ہو کر قرآن کو بالکلیہ ایک جدید دین اور دھرم کی کتاب کی حیثیت سے مانا جائے یقیناً نہ قرآن ہی کا یہ مطالبہ ہے اور نہ قرآن کے ماننے والوں کی طرف سے یہ دعوت دنیا کے سامنے کبھی پیش ہوئی۔‘‘ (۱)

یہ متن وحاشیہ دونوں محلِ نظر ہے۔

اسلئے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے نبی ورسل بھیجے گئے اور کتابیں اتاری گئی ہیں ان کی کتابیں اور شریعت بھی ایک محدود زمانے تک قابل عمل تھی اس لئے یکے بعد دیگرے کتابیں بھی اتاری جاتی رہیں اور نبی اور رسول بھی بھیجے جاتے رہے اور سابقہ

---

(۱) تدوین قرآن، ص:۳۹

کتابیں منسوخ ہوتیں رہیں، تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور آخری کتاب دیکر بھیجا گیا اور دین وشریعت کی تکمیل کردی گئی۔ قرآن نے کہا ہے:

”اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا.“ (۱)

ترجمہ: ”(اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔“(۲)

لہٰذا سابقہ شریعتیں اور کتاب سب قابل اعتبار نہیں رہیں اس لئے کہ ان کی حفاظت ان اقوام کی ذمہ داری تھی۔ قرآن نے کہا:

”اِنَّااَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ. یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَااسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْاعَلَیْهِ شُهَدَآءَ فَلَاتَخْشَوُاالنَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَاتَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآاَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ.“ (۳)

ترجمہ: ”بیشک ہم ہی نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء جو (خدا کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتابِ خدا کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کی یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا

---

(۱) سورۃ مائدہ:۳

(۲) ترجمہ فتح محمد جالندھریؒ

(۳) سورۃ مائدہ:۴۴

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔" (۱)

سابقہ امتوں نے ان میں لفظی تحریف بھی کی اور معنی بھی بدلے، نہ وہ اپنی اصل زبان میں اور نہ اصل صورت میں محفوظ رہ سکیں، وہ سب ایک زمانے کے لئے اتاری گئی تھیں، قرآن آسمانی کتابوں میں آخری کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی تھی آخری نبی تھے ان کی نبوت دائمی اور ان کا معجزۂ قرآن بھی دائمی ہے اس کتاب کی موجودگی میں نہ کسی کتاب مروجہ ومتداول آسمانی کتاب کی تلاوت کی اجازت ہے نہ اس پر عمل کرنا جائز ہے نہ اس کے پڑھنے پر اجر وثواب ملے گا نہ برکات ہوسکتی ہے تاہم تقابلی مطالعہ کی اجازت ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے جس روایت سے جواز کی گنجائش نکالی ہے وہ بھی درست نہیں، حافظ شمس الدین ذھبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) کی اصل عبارت یہ ہے:

"ابراهيم بن أبي يحيى أنا معاذ بن عبدالرحمن عن يوسف بن عبدالله بن سلام عن أبيه أنه جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: انى قرأت القرآن والتوراة فقال: اقرأ هذا ليلة وهذا ليلة. فهذا ان صح ففيه الرخصة فى تكرير التوراة وتدبرها." (۲)

ترجمہ: "ابراہیم بن ابی یحییٰ کا بیان ہے کہ ہم سے معاذ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے یوسف بن عبداللہ بن سلام سے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن سلامؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: کہ

---

(۱) ترجمہ فتح محمد جالندھریؒ (۲) تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص:۲۷

میں نے قرآن اور تورات دونوں پڑھی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک رات قرآن پڑھا کرو اور ایک رات تورات۔

علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں: کہ اگر یہ روایت درست ہے تو اسمیں تورات کو باری باری پڑھنے اور اسمیں غور وفکر کی گنجائش نکل سکتی ہے۔"

نیز علامہ شمس الدین ذھبیؒ "سیر أعلام النبلاء" میں مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"اسناده ضعيف فان صح، ففيه رخصة في التكرار على التوراة التي لم تبدل ، فأما اليوم فلارخصة في ذلك الجواز التبديل على جميع نسخ التوراة الموجودة، ونحن نعظّم التوراة التي أنزلها الله على موسى عليه السلام، ونؤمن بها، فأماهذه الصحف التي بأيدي هؤلاء الضّلال فماندري ماهي أصلاً ونقف، فلانعاملها بتعظيم ولاباهانة، بل نقول: آمنابالله وملائكته وكتبه ورسوله ويكفينا في ذلك الايمان المجمل. ولله الحمد."(۱)

ترجمہ: "اس روایت کی سند ضعیف ہے اگر صحیح بھی مان لی جائے تو اس سے وہ تورات مراد ہوگی جس میں تبدیلی وتحریف نہ ہوئی ہو، اور آج کل کی تورات تو اسمیں یہ رخصت نہیں ہے: کیونکہ موجودہ تورات کے تمام نسخوں میں تحریف کا امکان ہے، ہاں ہم اُس تورات کی تعظیم کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی ہے اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور آج کل جو صحیفے ان گمراہ لوگوں کے پاس ہیں ہمیں معلوم نہیں

---

(۱) سیر أعلام النبلاء، ج:۲،ص:۴۱۹، طبع موسسۃ الرسالۃ طبع سوم ۱۴۰۵ھ

کہ یہ اصل ہے یا نہیں اسی میں ہم توقف کرتے ہیں، نہ اسکی تعظیم کرتے ہیں اور نہ توہین، بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ ہم اللہ اور اللہ کے فرشتوں اور کتابوں اور رسول پر ایمان لاتے ہیں، اور اس بارے میں ہمارے لئے ایمان مجمل ہی کافی ہے، سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔''

نیز علاّمہ حافظ ذھبیؒ نے ''سیر أعلام النبلاء'' (۱) میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات میں اس امر پر مزید روشنی ڈالی ہے، وہ ہدیہ ناظرین ہے:

''ولایشرع لأحد بعدنزول القرآن أن یقرأ التوراة ولاأن یحفظها لکونها مبدلة محرّفة منسوخة العمل، قداختلط فیها الحق بالباطل، فلیجتنب. فأما النظر فیها للاعتبار وللرد علی الیهود، فلابأس بذلک للرجل العالم قلیلاً، والاعراض أولیٰ. فأما ماروی من أن النبی صلی الله علیه وسلم أذن لعبدالله أن یقوم بالقرآن لیلة وبالتوراة لیلة فکذب موضوع قبّح الله من افتراه وقیل: بل عبدالله هنا هو ابن سلام وقیل: اذنه فی القیام بها أی یکرر علی الماضی لأن یقرأبها فی تهجده.''

ترجمہ: ''قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد نہ کسی کے لئے تورات کا پڑھنا جائز ہے اور نہ اس کو حفظ کرنا کیونکہ اسمیں ردوبدل اور تحریف ہوئی ہے اور اس پر عمل منسوخ ہے اس میں حق و باطل خلط ملط ہے لہذا اس سے بچا جائے۔ ہاں تورات کا مطالعہ کرنا اس لئے تاکہ اس کے ذریعہ یہود کے ساتھ بحث و مناظرہ اور ان پر رد کرنا

---

(۱) سیر أعلام النبلاء، ج:۲، ص:۸۶/۸۷، طبع موسسۃ الرسالۃ طبع سوم ۱۴۰۵ھ

آسان ہو تو عالم کے لئے اس میں تھوڑی بہت گنجائش ہے اور بہتر یہ ہے کہ صرفِ نظر کرے۔ اور وہ روایت جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کو ایک رات قرآن پڑھنے اور ایک رات تورات پڑھنے کی اجازت دی ہے تو وہ موضوع اور جھوٹ ہے۔ اللہ بُرا کرے جس نے اس کو گھڑا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد عبداللہ بن سلام ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت غور و فکر (تقابلی مطالعہ) کرنے کی ہے نہ کہ تہجد میں اسکی تلاوت کرنے کی۔"

نیز علاّمہ حافظ نورالدین ہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) "مجمع الزوائد" میں مذکورہ روایت یوں نقل کرتے ہیں:

"عن عبداللہ بن سلام قال: قلت: یارسول اللہ قد قرأت القرآن والتوراۃ والانجیل. قال: اقرأ بھذا لیلۃ وھذا لیلۃ."

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے قرآن اور تورات اور انجیل پڑھی ہیں۔ آپ نے فرمایا: کہ ایک رات قرآن پڑھا کرو اور ایک رات تورات وانجیل۔"

اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ من لم أعرفہ عتاب بن ابراھیم وغیرہ."(۱)

ترجمہ: "اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور اسمیں عتاب بن ابراہیم وغیرہ راویوں کو میں نہیں جانتا۔ (یعنی مجہول ہیں)

---

(۱) مجمع الزوائد، ۲/۲۷۰

مذکورہ بالاروایت متصل سند کے ساتھ علامہ حافظ ابونعیم اَصفہانیؒ (المتوفی ۴۳۰ھ) نے کتاب ''ذکراَخباراَصبہان''(۱) میں اپنی حسبِ ذیل سند سے نقل کی ہے:

''حدثنا أبی ثنا محمد بن أحمد بن يزيد ثنا أحمد بن محمد بن الحسين، حدثنی جدّی الحسين بن حفص ثنا ابراهيم بن محمد بن أبی يحيیٰ المدنی ثنا معاذ بن عبدالرحمن عن يوسف بن عبدالله بن سلام عن أبيه أنه جاء الی النبی صلی الله عليه وسلم فقال: انی قرأت القرآن والتورة فقال: اقرأ بهذه ليلة وبهذا ليلة.''

ترجمہ: ''ابونعیم کا بیان ہے کہ ہم سے میرے والد عبداللہ بن اَحمد نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن اَحمد بن یزید نے بیان کیا ان سے احمد بن محمد بن الحسین نے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے دادا حسین بن حفص نے بیان کیا، ان سے معاذ بن عبدالرحمٰن نے، انہوں نے یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن سلام سے......الخ

علامہ ابن عساکرؒ نے بھی اس واقعہ کو ''تاریخ دمشق'' میں ابونعیم کی سند سے ذکر کیا ہے۔(۲)

۱) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ذھبیؒ کو اس روایت کی صحت میں ہی شک ہے۔

---

(۱) ج:۱، ص:۸۴، مطبوعہ بریل لیڈن ۱۹۳۱ء

(۲) ملاحظہ ہو: تھذیب تاریخ دمشق الکبیر، ج:۷، ص:۴۵۰، طبع داراحیاء التراث العربی طبع سوم ۱۴۰۷ھ

۲) پھراس کا راوی ''ابراہیم بن اَبی یحیٰی'' معتبر اور ثقہ نہیں، جھوٹا اور کذاب ہے۔(۲)

۳) نیز یہ اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات دیکھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ وہ روایت یہ ہے:

''وعن جابر أن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما، أتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بنسخة من التوراة، فقال: یارسول الله! هذه نسخة من التوراة، فسکت فجعل یقرأ ووجه رسول الله صلی الله علیه وسلم یتغیر فقال أبوبکر: ثکلتک الثواکل! ماتری مابوجه رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ فنظر عمر الی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: والذی نفس محمد بیده لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموه وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل، ولو کان حیا وأدرک نبوتی لاتبعنی.'' (۳)

---

(۱) مزید ملاحظہ فرمائیں: تقریب التہذیب، ج:۱، ص:۵۷ مع تعلیق محقق خلیل مأمون شیحا طبع دارالمعرفۃ بیروت للبنان، طبع ۱۴۲۲ھ

(۲) رواہ الدارمی، مشکوٰۃ بشرح المرقات لملاعلی القاریؒ، ج:۱ص:۴۳۹ طبع حقانیہ ملتان، فتح المنان شرح کتاب الدارمی، ج:۳، ص:۱۹۱، طبع دارالبشائر بیروت طبع اول ۱۴۱۹ھ

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لیکر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ تورات کا نسخہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھنا شروع کیا اور (غصہ کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہورہا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر تمہارا ناس ہو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر غصہ کے آثار تمہیں دکھائی نہیں دیتے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور کہا: میں اللہ اور اسکے رسول کے غصہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ہم اللہ کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین تسلیم کرنے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی وخوش ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور تم ان کی اتباع کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے، اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔“

مذکورہ بالا حدیث سے یہ حقیقت روشن ہوجاتی ہے کہ (تقابلی مطالعہ کے علاوہ) ان کتابوں کا پڑھنا درست ہی نہیں اسلئے کہ یہ سب اب منسوخ ہیں، اسلئے کہ ناسخ کی موجودگی میں منسوخ کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔

مناظر احسن گیلانیؒ حضرت عمرؓ کے مذکورہ قصہ کے بارے میں تدوین حدیث میں فرماتے ہیں:

”باقی طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کے متعلق جو یہ روایت منسوب کی گئی

ہے کہ وہ تورات کا ایک مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے اور عرض کرنے لگے کہ بنی زریق میں مجھے اپنے ایک بھائی سے یہ مجموعہ ملا ہے، کہتے ہیں کہ اس حال کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غضبناک ہوگیا، حضرت عمرؓ کو جب اس کا احساس ہوا تو معافی مانگنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ رہتے تو بجز میری پیروی کے ان کے لئے بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔''

جمع الفوائد میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ''ابو عامر قاسم بن محمد الاسدی'' ایک شخص ہے دراصل یہ مجہول راوی ہے اس لئے روایت خود بھی مشتبہ ہے نیز یہ ممکن ہے کہ اس یہودی کو بھائی قرار دینے پر عتاب کیا گیا ہو، نیز اور بھی اسباب اس کے ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ جانتے ہوئے کہ تورات کا نسخہ بہت کچھ محرّف ہو چکا ہے پھر قرآن پڑھنے والے کو اسی محرّف تورات کی تلاوت کی جو اجازت دی گئی تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ محرف تورات کا مصحح تو اسکے پاس موجود ہی تھا یعنی قرآن اور قرآن کو مصحح بنا کر جو بھی تورات پڑھے گا کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ گمراہی میں مبتلا ہو بلکہ کچھ فائدہ ہی حاصل کرے گا۔''

(تدوین حدیث، ص: ۲۴۹، اردو ایڈیشن، مکتبہ اسحاقیہ کراچی)

تو مولانا گیلانی کا یہ کہنا کہ ''اسکی سند میں ''ابو عامر قاسم بن محمد الاسدی'' ایک شخص ہے دراصل یہ مجہول راوی ہے اس لئے روایت خود بھی مشتبہ ہے'' یہ حقیقت پر مبنی ہے لیکن مولانا نے اس پہلو پر غور نہیں فرمایا کہ حدیث کے اور بھی طُرق ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ طبرانی کی سند میں مجہول راوی ہے لیکن دارمی کی روایت جو ہم نے نقل کی ہے اس میں کوئی راوی مجہول نہیں۔ دارمی کی سند ملاحظہ ہو:

''أخبرنا محمد بن العلاء، ثنا ابن نمير عن مجالد، عن

عامر، عن جابر أن عمربن الخطاب ؓ ...... الخ"

فتح المنان شرح دارمی میں اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

"واسنادالأثر علی شرط الصحیح غیر مجالد وقدأخرج له مسلم فی المتابعات والشواهد فالحدیث صحیح لغیره، وممایدل علی قوة اسناده صنیع الامام البخاری رحمه الله، حیث بوّب له فی الاعتصام من الصحیح. فقال: باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: لاتسألوا أهل الکتاب عن شئ."

قال الحافظ: هذه الترجمة لفظ حدیث أخرجه أحمد والبزار من حدیث جابر...... وذکره ثم قال: ورجاله موثقون الا أن مجالد ضعیفا، واستعمله فی الترجمة لورود مایشهد بصحته من الحدیث الصحیح.

ترجمہ: ''اس حدیث کی سند صحیح کے درجے کی ہے مجالد کے علاوہ (اسکے تمام راوی صحیحین کے ہیں)، امام مسلمؒ نے مجالد کی حدیث متابعات اورشواہد میں ذکر کی ہے اس بناء پر یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے، امام بخاری نے صحیح بخاری میں کتاب الاعتصام میں جو باب باندھا ہے"**باب قول النبی صلی الله علیه وسلم لاتسألوا أهل الکتاب عن شئ**" امام بخاری کے اس طرزِ بیان سے بھی اس حدیث کی سند کوتقویت ملتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس باب کے تحت شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو بزار اورامام أحمد نے روایت کیا ہے'' اور حضرت جابرؓ کی پوری حدیث ذکرکرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں'' کہ اس سند کے

راوی تمام ثقہ ہیں سوائے مجالد کے کہ وہ ضعیف ہے، اور امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اس وجہ سے لائے ہیں کہ اس حدیث کے اور شواہد بھی ہیں جس کی وجہ سے یہ حدیث صحیح کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔"

اس کے بعد صاحب فتح المنان نے مسند أحمد، مسند بزار، مصنف بن أبی شیبۃ، جامع بیان العلم والفضل، مسند أبی یعلیٰ موصلی، مصنف عبدالرزاق، فضائل القرآن لابن الفریس، شعب الایمان، جامع لأ خلاق الراوی وآداب السامع سے اس تائید میں تین (۳) احادیث بطور شواہد نقل کی ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتح المنان، ج:۳، ص:۱۹۱ تا ۱۹۴)

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں خبر آحاد ہیں، دونوں میں تعارض ہے پہلی حدیث سند کے اعتبار سے متکلم فیہ ہے جس کے راوی پر جرح ہے۔ اور دوسری سند اور متن کے اعتبار سے درست ہے اس لئے وہی قابلِ ترجیح اور قابلِ عمل ہے۔

مولانا گیلانیؒ نے توریت کی تلاوت کی تایید میں ایک حسبِ ذیل واقعہ یہ نقل کیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے:

"قال: أخبرنا سليمان بن حرب قال: حدثنا حمادبن زيد عن ميمونة بنت أبي الجلد قالت: كان أبي يقرأ القرآن في كل سبعة أيام ويختم التوراة في ستة يقرؤها نظراً فاذا كان يوم يختمها حشد لذلك ناس، وكان يقول: كان يقال: تنزل عند ختمها الرحمة."(۱)

---

(۱) طبقات ابن سعد، ج:۷، ص:۲۲۲، طبع دار الفکر بیروت (۲) تدوین قرآن، ص:۴۰

ترجمہ: ''سلیمان بن حرب بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے میمونہ بنت ابی الجلد سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابوالجلد سات دن میں قرآن ختم کرتے اور چھ دن میں تورات کو دیکھ کر ختم کرتے، جب ختم والا دن ہوتا تو کچھ لوگ ختم کے لئے جمع ہو جاتے، اور ابوالجلد فرماتے تھے کہ کہا جاتا تھا کہ ختم کے دوران رحمت اُترتی تھی۔''

۱) تو یہ کسی صحابی اور فقیہ کا عمل نہیں۔

۲) اور یہ ان کا انفرادی عمل ہے۔

۳) اس میں چند عام آدمی آجاتے تھے اسمیں کسی بڑے عالم اور فقیہ کی شرکت ثابت نہیں۔

۴) یہ ان کی اپنی رائے اور اپنا خیال ہے۔

۵) نہ اس کا کوئی چرچا تھا۔

مولانا گیلانیؒ نے اپنے جس تجربہ کا ذکر کیا ہے کہ ''اس قسم کی کتابوں کے پڑھنے سے جہاں تک میرا ذاتی تجربہ ہے خود قرآن کے سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔'' (۲) تو یہ تقابلی مطالعہ کی بات ہے اس کا کوئی منکر نہیں ورنہ یہ کہ اس کی تلاوت کی جائے اور اس سے رحمت اترتی ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔

یہ تدوین قرآن کا ''جوہری خلاصہ'' مولانا گیلانیؒ کی تصنیف نہیں اس لئے اس میں مولانا کی زبان کا لطف نہیں ہے۔

مولانا گیلانیؒ کی بعض دوسری آراء بھی ہیں جس سے محققین کو اتفاق نہیں۔ جیسے کہ تدوین الحدیث ص:۱۹۱ بزبان عربی از ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب، تخریج

ومراجعت ڈاکٹر بشار عوّاد معروف۔

''تدوین قرآن'' کا یہ ''جوہری خلاصہ'' جو پاکستان کراچی میں آج سے ۱۹ سال قبل شائع ہوا تھا مولوی محمد امین بن صابر حسین (اللہ انہیں خوش رکھے) اسے از سرِ نو شائع کر رہے ہیں۔ ان کی یہ سعی لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہے۔ أمید ہے کہ طلبہ اور اہلِ ذوق اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

محمد عبدالحلیم چشتی

۱۴۲۶/۵/۲۰ھ

=۲۰۰۵/۶/۲۸ء